

ایمانیات

(۱۷)

(گزشتہ سے پیوستہ)

روز جزا پر ایمان

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زُلْفًا لَهَا، وَأَخْرِجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا، وَقَالَ الْإِنْسَانُ: مَا لَهَا؟
يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا، بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَى لَهَا، يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ،
فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ، وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ. (الزلزال ۱: ۸-۹)

”یہ اُس دن کو یاد رکھیں) جب زمین ہلا دی جائے گی، جس طرح اُسے ہلانا ہے۔ اور زمین اپنے سب بوجھ نکال کر باہر ڈال دے گی، اور انسان کہے گا: اس کو کیا ہوا؟ اُس دن تیرے پروردگار کے ایمان سے، وہ اپنی سب کہانی کہہ سنائے گی۔ اُس دن لوگ الگ الگ نکلیں گے، اس لیے کہ اُن کے اعمال اُنھیں دکھائے جائیں۔ پھر جس نے ذرہ برابر بھلائی کی ہے، وہ بھی اُسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہے، وہ بھی اُسے دیکھ لے گا۔“

دین جن حقائق کو ماننے کا مطالبہ کرتا ہے، ان میں روز جزا کی اہمیت غیر معمولی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی دعوت میں اسے بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ تمام شریعت، نیکی اور خیر کی اساس یہی عقیدہ ہے۔ نبوت و رسالت کی بنا اسی پر قائم ہے۔ نبی اس لیے نبی ہے کہ وہ اس نباءِ عظیم کی خبر دیتا ہے۔ رسول اس لیے رسول ہے کہ وہ اس کا پیغام لے کر آتا

ہے۔ یوحنا مسیح اور ابراہیم و موسیٰ، سب نے اس کی منادی کی ہے۔ تورات میں اس کے اشارے ہیں، زبور میں اس کی تصریحات ہیں۔ انجیل میں سیدنا مسیح نے خبردار کیا ہے کہ اس دن وہی لوگ خدا کی بادشاہی میں داخل ہوں گے جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتے ہیں۔ قرآن اسی روز جزا کے لیے ایک صحیفہ انذار و بشارت ہے۔ وہ لوگوں کو بتاتا ہے کہ جس طرح تم سوکراٹھ جاتے ہو؛ جس طرح مردہ زمین پر پانی برستا ہے اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے زندہ ہو جاتی ہے؛ جس طرح تم کچھ نہیں ہوتے، مگر ایک قطرہ آب سے جیتے جاگتے انسان بن جاتے ہو؛ اسی طرح ایک دن قبروں سے اٹھا کر زندہ کر دیے جاؤ گے۔ اس میں تمہارے پروردگار کو ذرا بھی مشکل پیش نہ آئے گی۔ اس کے مخاطبین اسے مستبعد سمجھتے اور کہتے ہیں کہ ان سڑی ہوئی بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا تو وہ جواب دیتا ہے کہ وہی جس نے پہلی مرتبہ انہیں بنایا تھا۔ ایک لفظ بولنا جتنا آسان ہے، اس کے لیے یہ اتنا ہی آسان ہے:

فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، إِنَّهُ لَحَقُّ مَثَلٍ
”پس زمین و آسمان کے پروردگار کی قسم، یہ واقع ہو کر رہے گی، بالکل اسی طرح، جس طرح تم بول دیتے ہو۔“
(الذاریات ۵۱: ۲۳)

وہ کہتا ہے کہ یہ تمہاری فطرت کا تقاضا ہے، تمہارے اندر خیر و شر کے شعور کا تقاضا ہے، انصاف کے لیے تمہاری طلب کا تقاضا ہے۔ تم خدا کو مانتے ہو تو یہ اس کے عدل کا تقاضا ہے، اس کی ربوبیت کا تقاضا ہے، اس کی رحمت، قدرت اور حکمت کا تقاضا ہے، اس کے قوانین اور سنن کا تقاضا ہے۔ اس پر ایمان کے بغیر دین خواہش نفس کے سوا کچھ نہیں۔ نیکی، تقویٰ، عدل و قسط اور جزا و سزا کے تمام تصورات بالکل بے معنی ہیں۔ یہ دن نہ ہو تو کائنات کھلنڈرے کا کھیل، رام کی لیلیا اور یزدان کی تماشا گاہ بن کر رہ جائے۔

اس دن کے شواہد، علامات اور احوال و مقامات قرآن و حدیث، دونوں میں مذکور ہیں۔ انہیں ہم یہاں بیان کریں گے۔

شواہد

پہلی چیز انسان کے اندر خیر و شر کا شعور ہے۔ یہ اسی شعور کا نتیجہ ہے کہ اس کے ضمیر میں ایک نگران ہر وقت اس کی

۸۸ الزمر ۳۹: ۴۲۔

۸۹ الاعراف ۷: ۵۷۔ فاطر ۳۵: ۹۔

۹۰ القیامہ ۵: ۳۶-۴۰۔

۹۱ یس ۳۶: ۷۸۔

برائیوں پر اسے متنبہ کرتا رہتا ہے۔ یہ ایک چھوٹی عدالت ہے جو انسان کے اندر قائم ہے اور ہر موقع پر اپنا بے لاگ فیصلہ سناتی ہے۔ انسان اس فیصلے کو مانے یا نہ مانے، وہ فکر و خیال اور علم و عمل کی ہر لغزش کے بعد اسے سنتا ضرور ہے، یہاں تک کہ اس کی بد نفسی اس قدر بڑھ جائے کہ اعمال کی سیاہی اس کے دل کا احاطہ کر کے اس کو بالکل اندھا بہرا کر دے۔ یہ انسان کے اوپر خود اس کے باطن کی گواہی ہے جسے نفس لوامہ کی شہادت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن اسے پیش کرتا اور انسان کو بتاتا ہے کہ تم کوئی شتر بے مہار نہیں ہو کہ جو چاہے کرتے رہو، تم سے کوئی باز پرس نہیں ہو سکتی۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جس طرح یہ قیامت صغریٰ خود تمہارے اندر برپا ہے، اسی طرح پوری کائنات کے لیے بھی ایک قیامت لازمًا برپا ہوگی جس میں تم اپنے پروردگار کے حضور میں جواب دہ ٹھہرائے جاؤ گے اور جو کچھ تم نے کیا ہو گا، اس کے لحاظ سے تمہارے لیے جزا و سزا کا فیصلہ ہوگا۔ تم اسے نہیں مانتے تو اپنے آپ کو جھٹلاتے اور اپنے ضمیر کے روبرو شرارت کرتے ہو:

لَا أَقْسِمُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ، وَلَا أَقْسِمُ بِالنَّفْسِ
الْلَّوَامَةِ، أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ نَجْمَعَ
عِظَامَهُ؟ بَلَىٰ قَدَرَيْنَ عَلَىٰ أَنْ نُسَوِّيَ بَنَانَهُ،
بَلْ يُرِيدُ الْإِنْسَانُ لِيَفْجَرَأَمَامَهُ، يَسْأَلُ
آيَانَ يَوْمِ الْقِيَمَةِ؟ فَإِذَا بَرَقَ الْبَصَرُ وَخَسَفَ
الْقَمَرُ، وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ، يَقُولُ
الْإِنْسَانُ: يَوْمَئِذٍ آيَنَ الْمَفْرُ؟ كَلَّا لَا وَزَرَ،
إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ، يُنَبِّئُ الْإِنْسَانُ
يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ، بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ
نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ، وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ.

(القیامہ ۷۵: ۱-۱۵)

”نہیں، میں قیامت کے دن کو گواہی میں پیش کرتا ہوں اور نہیں، میں (تمہارے) اس نفس لوامہ کو گواہی میں پیش کرتا ہوں۔ کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہ کر سکیں گے؟ کیوں نہیں، ہم تو اس کی پور پور درست کر سکتے ہیں۔ (نہیں، یہ بات نہیں)، بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) انسان اپنے ضمیر کے روبرو شرارت کرنا چاہتا ہے۔ پوچھتا ہے: قیامت کب آئے گی؟ لیکن اُس وقت، جب دیدے پتھرائیں گے اور چاند گہنائے گا اور سورج اور چاند، (یہ دونوں) اکٹھے کر دیے جائیں گے تو یہی انسان کہے گا کہ اب کہاں بھاگ کر جاؤں — ہرگز نہیں، اب کہیں پناہ نہیں! اُس دن تیرے رب ہی کے سامنے ٹھہرنا ہوگا۔ اُس دن انسان کو بتایا جائے گا کہ اُس نے کیا آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا ہے۔ (نہیں، وہ اسے نہیں جھٹلا سکتا)، بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) انسان خود اپنے اوپر

گواہ ہے، اگرچہ کتنے ہی بہانے بنائے۔“

دوسری چیز انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ عدل کو چاہتا اور ظلم سے نفرت کرتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس کے باوجود وہ ظلم کرتا ہے۔ لیکن اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ انسان ظلم اور عدل میں فرق کرنے سے قاصر ہے یا ظلم سے محبت کرتا ہے، بلکہ یہ ہے کہ جذبات و خواہشات سے مغلوب ہو کر وہ اپنے نفس کا توازن کھو بیٹھتا ہے۔ ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ انسان دوسروں کے گھر میں نقب لگاتا ہے، مگر کبھی نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا اس کے گھر میں نقب لگائے، دوسروں کو قتل کرتا ہے، مگر کبھی پسند نہیں کرتا کہ کوئی اس کی یا اس کے اعزہ و اقربا میں سے کسی کی جان لے، دوسروں کے لیے کم تولتا ہے، مگر کم تلوانے کے لیے کبھی راضی نہیں ہوتا۔ انھی چوروں، قاتلوں اور ڈنڈی مارنے والوں سے پوچھیے تو وہ اعتراف کریں گے کہ ان میں سے ہر چیز ایک جرم ہے اور اسے ختم ہونا چاہیے۔ لہذا کوئی انسان بہ قانچی ہوش و حواس اس بات پر راضی نہیں ہو سکتا کہ نیک و بد کو یکساں سمجھا جائے اور دونوں سے ایک ہی معاملہ کیا جائے۔ قرآن یہ حقائق سامنے رکھتا اور منکرین قیامت سے پوچھتا ہے:

أَفَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ؟ مَا لَكُمْ، ”پھر کیا ہم فرماں برداروں کو مجرموں کے برابر کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے، تم کیسا حکم لگاتے ہو؟“ (القلم ۶۸: ۳۵-۳۶)

تیسری چیز انسان اور کائنات، دونوں کی ناتمامی ہے۔ انہیں جس پہلو سے دیکھیے، صاف نظر آتا ہے کہ ایک طرف ان کے ایک ایک جزو سے ان کے بنانے والے کی عظیم قدرت اور عظیم حکمت نمایاں ہے۔ ہر چیز میں اتنا معنویت، بے نظیر نظم و ترتیب، بے مثال ریاضی اور تقلیدس، غیر معمولی اہتمام اور بے پناہ تخلیقی حسن و علم و عقل کو حیرت زدہ کر دیتا ہے۔ دوسری طرف بحیثیت مجموعی ان دونوں کو سمجھنے کی کوشش کیجیے تو آخری درجے میں مایوس کر دینے والی ناتمامی اور بے مقصدیت سامنے آتی ہے۔ تمہیدی مباحث میں ہم اس کے ایک ایک پہلو کی تفصیل کر چکے ہیں۔ اس کے بعد دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں: ایک یہ کہ اس کا خانہ ہستی کو عبث قرار دے کر فیصلہ کیا جائے کہ یہ کسی کھلنڈرے کا کھیل ہے، اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ دوسری یہ کہ اس کو ایک روز جزا اور خدا کی اس ابدی بادشاہی کے ساتھ ملا کر سمجھا جائے جس کی منادی انبیاء علیہم السلام نے کی ہے۔ علم و عقل کا فیصلہ کیا ہے؟ ہر شخص سمجھ سکتا ہے:

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا، وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ، فَتَعَلَى اللَّهِ الْمَلِكُ الْحَقُّ، لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ.

”تو کیا یہ گمان رکھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے؟ سو بڑی ہی برتر ذات ہے اللہ بادشاہ حقیقی کی، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عرش کریم کا مالک ہے۔“ (المومنون ۲۳: ۱۱۵-۱۱۶)

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ، وَمَا بَيْنَهُمَا
لِلْعِبِينَ، لَوْ أَرَدْنَا أَنْ نَتَّخِذَ لَهُوًّا، لَفَعَلْنَا
مِنْ لَدُنَّا، إِنْ كُنَّا فَعَلِينَ.

”اور زمین و آسمان کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے،
ہم نے کھیل تماشے کے طور پر نہیں بنایا ہے۔ ہم کوئی
کھیل بنانا چاہتے تو اپنے پاس ہی بنا لیتے، اگر ہم یہی
کرنے کا ارادہ کر لیتے۔“ (الانبیاء: ۲۱-۱۶-۱۷)

استاذ امام لکھتے ہیں:

”... یہ اس (بات) کی دلیل بیان ہوئی ہے کہ اگر اس دنیا کے پیچھے کوئی روز جزا وسزا نہیں ہے۔ یہ یوں ہی چلتی
آئی ہے اور یوں ہی ہمیشہ چلتی رہے گی۔ کوئی نیکی کرے یا بدی، ظلم کرے یا انصاف، اس کے خالق کو اس کے خیر و شر
سے کوئی بحث نہیں ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس نے یہ محض اپنا جی بہلانے کے لیے ایک کھیل تماشہ بنایا ہے،
جب تک وہ چاہے گا، اس سے جی بہلائے گا اور جب اکتا جائے گا، اس کی بساط لپیٹ کر رکھ دے گا اور اپنی
دل چسپی اور اوقات گزاری کے لیے کوئی نیا کھیل ایجاد کر لے گا۔ فرمایا کہ ہم نے ان آسمان و زمین اور اس کے
مابین کی چیزوں کو اس طرح کے کسی کھیل کے طور پر نہیں بنایا ہے۔ یہ کارخانہ کائنات اپنے وجود سے شاہد ہے کہ یہ
ایک عادل و حکیم اور رحمن و رحیم کا بنایا ہوا کارخانہ ہے۔ نہ یہ کسی کھلنڈرے کا کھیل ہے، نہ یہ دیوتاؤں کی رزم گاہ ہے
اور نہ یہ کسی بھگوان کی لیلہا ہے، بلکہ اس پر حکمت کا رخانے کی ایک ایک چیز شاہد ہے کہ اس کے خالق نے اس کو ایک
عظیم مقصد و غایت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس کے عدل و حکمت کا یہ بدیہی تقاضا ہے کہ ایک ایسا دن آئے، جس
میں اس کا مقصد ظہور میں آئے۔“ (تذکر قرآن ۱۳۲/۵)

چوتھی چیز صفات الہی ہیں جن کے آثار اس کائنات کے ذرے ذرے میں نمایاں ہیں۔ ربوبیت اور رحمت کی
صفات ان میں بالخصوص قابل توجہ ہیں۔ عالم کے پروردگار کی طرف سے انسان کی پرورش کا جو غیر معمولی اہتمام کیا
گیا ہے، اسے دیکھنے کے بعد کوئی عاقل کس طرح باور کر سکتا ہے کہ اس کا خالق اسے غیر مسئول چھوڑ دے گا اور رحمن و
رحیم خدا سے یہ توقع کس طرح کی جاسکتی ہے کہ جن لوگوں نے دنیا کو ظلم و عدوان کا گھر بنا دیا ہے، وہ انہیں کوئی سزا نہ
دے گا۔ قرآن نے اسی بنا پر جگہ جگہ توجہ دلائی ہے کہ قیامت اللہ تعالیٰ کی رحمت، ربوبیت اور قدرت و حکمت کا تقاضا ہے۔
خدا کو ماننے کے بعد کوئی شخص اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

انعام میں فرمایا ہے:

كَتَبَ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لِيَجْمَعَ عَنكُمْ
إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ، لَا رَيْبَ فِيهِ. (۱۲:۶)

”اُس نے اپنے اوپر رحمت لازم کر رکھی ہے۔ وہ
تمہیں ضرور جمع کر کے قیامت کے دن کی طرف لے
جائے گا، جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔“

سورہ نبائیں ہے:

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهْدًا، وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا،
وَحَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا، وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا،
وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا،
وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا، وَجَعَلْنَا سِرَاجًا
وَهَاجًا، وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا،
لِّنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا، وَجَنَّاتٍ اَلْفَافًا، اِنَّ
يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا. (۱۷-۶:۷۸)

” (یہ دیکھیں تو سہی)، کیا ہم نے زمین کو گہوارہ اور
پہاڑوں کو (اس کی) میخیں نہیں بنایا؟ اور تم کو جوڑوں
کی صورت میں پیدا نہیں کیا؟ اور (تمہارے لیے)
تمہاری نیند کو باعث راحت نہیں بنایا؟ اور رات کو
لباس اور دن کو وقت معاش نہیں بنایا؟ اور تمہارے
اوپر سات محکم (آسمان) نہیں بنائے؟ اور (ان میں)
ایک دکھتا چراغ، (یہ سورج) نہیں بنایا؟ اور نچڑتی
بدلیوں سے چھاجوں میں نہیں برسایا کہ اس سے
اناج اور بجزہ اور گھنے باغ اگائیں؟ — (یہ سب،
مہادی کر رہا ہے کہ) بے شک فیصلے کا دن مقرر ہے۔“

اسی طرح میں فرمایا ہے:

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ
بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا، وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ،
وَالْاَرْضَ مَدَدْنَاهَا، وَالْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ،
وَاَنْبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ، تَبْصِرَةً
وَذِكْرًا لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ، وَنَزَّلْنَا مِنَ
السَّمَآءِ مَاءً مُّبْرَكًا، فَاَنْبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ
الْحَصِيْدِ، وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لِّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ،
رِزْقًا لِّلْعِبَادِ، وَاَحْيَيْنَا بِهِ بَلَدَةً مَّيْتًا، كَذٰلِكَ
الْخُرُوْجُ. (۱۱-۶:۵۰)

”پھر کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا،
کس طرح ہم نے اُسے بنایا اور اُسے سنوارا ہے اور
(نہیں دیکھا کہ) اُس میں کہیں کوئی رخنہ نہیں ہے۔
اور زمین کو ہم نے بچھایا اور پہاڑ گاڑ دیے اور اُس کے
اندر ہر طرح کی خوش منظر نباتات اگادیں۔ ہر اُس
بندے کی بصیرت اور یاد دہانی کے لیے جو رجوع
کرنے والا ہو۔ اور آسمان سے ہم نے برکتوں والا
پانی برسایا ہے، پھر اُس سے باغ اُگائے اور فصل کے
غلے اور کھجوروں کے بلند و بالا درخت بھی جن میں
تہ برتہ خوشے لگتے ہیں، بندوں کی روزی کے لیے۔
اور اُس سے مردہ زمین کو زندہ کر دیا۔ (زمین سے
تمہارا) نکلتا بھی اسی طرح ہوگا۔“

استاذ امام لکھتے ہیں:

”یہ اللہ تعالیٰ نے مکذبین قیامت کو اپنی قدرت، ربوبیت اور حکمت کی ان بدیہی نشانیوں کی طرف توجہ دلائی ہے جو اوپر اور نیچے ہر جگہ نظر آتی ہیں اور ہر اس شخص کے اندر بصیرت اور یاد دہانی پیدا کرنے کے لیے کافی ہیں جس کے سینے میں اثر پذیر اور متوجہ ہونے والا دل ہو۔

سب سے پہلے اپنی عظیم قدرت و حکمت کی طرف توجہ دلائی کہ کیا انھوں نے کبھی اپنے اوپر آسمان کی طرف نگاہ نہیں اٹھائی کہ دیکھتے کہ کس طرح ہم نے اس کو بلند کیا، اس کو ستاروں سے سجایا اور ہماری قدرت و حکمت کا اعجاز ہے کہ ایسی ناپید کنار چھت میں کہیں کسی رخنہ کی نشان دہی وہ نہیں کر سکتے۔ مطلب یہ ہے کہ جس کی قدرت و حکمت کا یہ کرشمہ وہ اپنے سروں پر دیکھتے ہیں، کیا اس کے لیے ان کے مرنے کے بعد ان کو دوبارہ پیدا کر دینا مشکل ہو جائے گا؟

اس کے بعد قدرت و حکمت کے ساتھ اپنی ربوبیت اور پرورش کے اہتمام کی طرف بھی توجہ دلائی۔ فرمایا کہ وہ اپنے نیچے دیکھیں کہ کس طرح ہم نے زمین کو ان کے قدموں کے نیچے بچھایا ہے اور اس کے توازن کو برقرار رکھنے کے لیے اس کے اندر پہاڑوں کی میخیں گاڑ دی ہیں اور اس میں طرح طرح کی چیزیں اگا رکھی ہیں جو ان کی غذا کے کام آتی ہیں اور جن کی خوش منظری ان کی باصرہ نوازی بھی کرتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس پروردگار کی قدرت و حکمت اور جس کی پروردگاری کی یہ شانیں وہ دیکھ رہے ہیں، کیا اس کے لیے دشوار ہے کہ وہ ان کے مرجانے کے بعد ان کو دوبارہ اٹھا کھڑا کرے؟ کیا جس پروردگار نے ان کی پرورش کا یہ اہتمام کر رکھا ہے، وہ ان کو اسی طرح چھوڑے رکھے گا کہ وہ کھائیں، پیئیں، عیش کریں، ان سے کبھی اس باب میں کوئی پرسش نہیں ہوگی؟“

(تدبر قرآن ۷/۵۳۸)

پانچویں چیز دنیا میں خدا کی دینونت کا ظہور ہے۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ رسولوں کی طرف سے اتمام حجت کے بعد ان کی قوموں کے لیے ایک قیامت صغریٰ اسی دنیا میں برپا کر دی جاتی ہے۔ ایمان و عمل کی بنیاد پر قیامت میں جزا و سزا کے جس معاملے کی خبر دی گئی ہے، وہ ان کی قوموں کے ساتھ اسی دنیا میں ہو جاتا ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ذریت کو بھی اللہ تعالیٰ نے صدیوں سے اسی دینونت کا نمونہ بنا رکھا ہے۔ اس کے لیے سنت الہی یہ ہے کہ یہ اگر حق پر قائم ہو اور اسے بے کم و کاست دنیا کی سب قوموں تک پہنچاتی رہے تو ان کے نہ ماننے کی صورت میں اللہ تعالیٰ ان قوموں پر اسے غلبہ عطا فرماتے ہیں اور اس سے انحراف کرے تو انھی کے ذریعے سے ذلت اور محکومی کے عذاب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ بنی اسرائیل اور بنی اسمعیل، دونوں اس وقت اسی عذاب سے دوچار ہیں۔ اس سنت الہی کے

بارے میں قرآن کے ارشادات ہم اس سے پہلے نقل کر چکے ہیں۔ یہ اس بات کی قطعی شہادت ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے جس قیامت کی خبر دی ہے، وہ بھی اسی طرح ایک دن برپا ہو کر رہے گی۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net